ہیں وہ مقام حاصل کر لیا جو سالہا سال کی ریاضت اور بسیار نویسی کے باوجود لوگ نہیں حاصل کر پاتے۔ فلک پیما میں بڑی بات یہ تھی کہ ان کے چند سادہ سے الفاظ اپنے اندر گنج معانی پنہاں رکھتے تھے۔ وہ ایک بظاہر معمولی سی بات کہہ کر لوگوں کو بحر فکر کی غوّاصی پر آمادہ کر دیتے تھے۔ یعنی اکبر کے الفاظ میں۔

——— شعر میں کہتا ہوں سمجھے تم کرو!"

حالات بدلتے رہتے ہیں۔ ایک زمانہ ایسا آیا کہ 'ہمایوں' بند ہو گیا۔ فلک پیما ہمایوں کے بند ہونے سے پہلے اپنا قلم پھینک کر راہی ملک عدم ہو چکے تھے۔ لیکن ان کی تحریروں میں جو زندگی تھی وہ موت سے شکست قبول نہ کر سکی۔ فلک پیما مر گئے، لیکن ان کی تحریریں زندہ ہیں۔ اور اردو ادب کا غیر فانی حصہ بن چکی ہیں۔

ضرورت تھی کہ ان مضامین کو یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا جاتا کہ یہ بیش قیمت ادبی سرمایہ ضائع نہ ہونے پاتا۔ یہ ضرورت حسن صوری و معنوی کے ساتھ 'آئینہ ادب' (چوک مینار انار کلی۔ لاہور) نے پوری کر دی ہے۔ کتابت۔ کاغذ۔ طباعت، ٹائیٹل ہر چیز میں حسن ذوق سے کام لیا گیا ہے۔ ضخامت ۰۰ ہم صفحات۔ قیمت صرف نو روپے۔

پاکستانی کلچر

جمیل جالبی صاحب کا شمار ملک کے ذہین اور صاحب فکر اصحاب قلم میں ہوتا ہے۔ وہ ہندوستان کے بہت بڑے، بلکہ شاید اپنے وقت کے سب سے بڑے صحافی سید جالب دہلوی کی یادگار ہیں۔ جالب صاحب جیسے کثیر المعلومات، حاضر دماغ اور ہمہ پہلو ادیب، صحافی اور مؤرخ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ مولانا محمد علی نے انھیں اپنے اخبار "ہمدرد" کی زینت بنایا۔ ہمدرد بند ہوا تو وہ لکھنؤ چلے گئے۔ اور "ہمدم" نکالا۔ ان کے مقالاتِ ادارت بجائے خود گنج معانی ہوتے تھے۔ زمانہ ان کی قدر نہ کر سکا۔ شاید انھیں پہچان ہی نہ سکا، اور ان کی طبع قلندرانہ اس کی متمنی بھی نہیں تھی۔ جمیل جالبی صاحب اسی شجر سایہ دار کے باقیات الصالحات میں سے ہیں، اور ان میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جن کی ان سے توقع کی جا سکتی تھی۔

"پاکستانی کلچر" لفظ تو بڑا دلکش ہے، اور شاید جذباتی بھی۔ لیکن اس کی معنوی حیثیت اب تک

متعیّن نہیں ہوسکی ہے۔ یہ عنوان جتنا کشش انگیز ہے اتنا ہی دشوار بھی ——— عقدۂ دشوار۔ شاید یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے ارباب قلم جن میں سے اکثر اصحاب ہم بھی ہیں، اس موضوع پر خامہ فرسائی کی جرأت نہ کرسکے، اوراب تک یہ موضوع تشنۂ التفات ہے۔

جمیل جالبی صاحب نے ہمت سے کام لیا، اوراس موضوع پر اپنی فکری توانائیاں جن میں خونِ جگر بھی شامل تھا صرف کردیں۔ اوراس طرح ایک اچھی، ستھری اورفکرآفریں کتاب بازارِ ادب میں آگئی۔

کوئی فکر بھی ایسی نہیں ہے جو حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہو۔ اس کے بعض پہلوؤں سے کامل اتفاق ہوسکتا ہے، بعض پہلو موردِ اختلاف بھی ہوسکتے ہیں۔ جالبی صاحب کی اس کتاب کے مندرجات کی بھی یہی کیفیت ہے۔ ان کے بعض افکار و آرا کے کچھ پہلو ایسے بھی ہوسکتے ہیں جو دوسروں کی طبع آزمائی کا سبب بن سکیں، اور یہ کوئی بڑی بات نہ ہوگی۔ اس طرح مسئلہ زیر بحث اور زیادہ منقّح ہوجائے گا۔ لیکن ایک بات بے اندیشہ بے اندیشۂ تردید کہی جاسکتی ہے، وہ یہ کہ مصنف کی دیانت فکر پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ انھوں نے اپنے موضوع کے ساتھ پورا انصاف کیا ہے اور کاوشِ ذہنی کا حق ادا کردیا ہے۔

کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے۔

۱۔ آزادی، تہذیبی مسائل اور تضاد

۲۔ کلچر کیا ہے؟

۳۔ قومی یک جہتی کے مسائل۔

۴۔ مذہب اور کلچر (۱)

۵۔ مذہب اور کلچر (۲)

۶۔ مادّی ترقی اور کلچر کا ارتقا۔

۷۔ مشترک کلچر اور مشترک زبان